انجمن ترقی اردو ہند
کا
ہفتہ وار اخبار

قیمت سالانہ
تین روپیہ
ایک پرچہ
تین آنہ
تاریخ اشاعت
۱ '۸ '۱۵ '۲۲

رجسٹرڈ نمبر
ا ے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۱۹
تار کا پتہ
"انجمن"
علی گڈھ

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۲ | علیگڈھ - ۱۵ فروری ۱۹۵۷ ع | شمارہ ۷

رفتار

خلیل الرحمن اعظمی

ڈاکٹر وحید قریشی اور ریاض احمد اردو تنقید کا ایک انتخاب تین جلدوں میں مرتب کر رہے ہیں جو مکتبہ جدید لاہور سے شایع ہونے والا ہے۔ اردو میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا انتخاب ہوگا۔ اس کی اشاعت کی خبر سن کر معاً میرا ذہن مسٹر ایڈ منڈ ڈی جونس کے ان انتخابات کی طرف گیا جنھیں کئی جلدوں میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا تھا۔ ان انتخابات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوگا کہ مسٹر جونس نے شعر و ادب اور فکر و فن کے سلسلے میں انھیں ادیبوں کے تنقیدی خیالات کو اہمیت دی ہے جو خود بھی اعلیٰ درجے کے شاعر یا انشا پرداز تھے۔ مثال کے طور پر انیسویں صدی کے انتخاب میں ورڈس ورتھ، شیلی، کولرج، میتھو آرنلڈ، چارلس لیمب، ہیزلٹ، ولیم بلیک، کارلائل، رسکن، والٹر پیٹر، جان اسٹورٹ مل، اور ایمرسن وغیرہ کے مضامین بہت نمایاں ہیں۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ سارے ادیب خود بھی صاحب طرز اور تخلیقی فن کار تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اردو تنقید کے انتخاب میں ہمارے ان مرتبین کے پیش نظر کون سا اصول ہے اس لئے کہ یہ بات ان کتابوں کی اشاعت کے بعد ہی کہی جاسکتی ہے لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھاکر اپنی اس خواہش کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اردو زبان کے تخلیقی فن کاروں نے ادب اور فن کے سلسلے میں جہاں بھی اپنے تجربات یا ردعمل پیش کئے ہیں ان کی چھان بین کر کے انھیں سلیقے سے ایک جلد میں اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ذیل میں تذکرہ نگاروں سے تو خیر مفر ہی نہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہماری تنقید کی بنا رکھی ہے اور حالی اور شبلی سے بھی نہیں کہ انھیں باقاعدہ نقاد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، البتہ ان لوگوں کو کھنگالنا ہے جو باضابطہ تنقید نگار تو نہیں ہیں۔ لیکن ان کے خطوط، خطبات و تقاریر، دیباچوں اور کبھی کبھار کے مضامین سے ان کے نقطۂ نظر اور فنی تجربات کا اندازہ ہوتا ہے۔ شعراء میں غالب اور اقبال کے تنقیدی خیالات کی چھان بین تھوڑی بہت ہوئی ہے۔ وقار عظیم کا مضمون "غالب بہ حیثیت تنقید نگار" (مشمولہ اردو الہ آباد) ڈاکٹر عبداللہ کا "مرزا غالب کا حاسہ انتقاد" (ماہ نو) اور عزیز احمد کی کتاب "اقبال کا نظریہ فن"۔ اسی سلسلے کی کڑی ہیں بیسویں صدی کے بعض شعراء کے تنقیدی خیالات کی تلاش میں زیادہ دقت نہ ہوگی اس لئے کہ ان کی اکثر چیزیں کتابی شکل میں شائع ہو گئی ہیں۔ چکبست، سیماب اکبرآبادی، اثر لکھنوی، یگانہ، جوش ملیح آبادی اور فراق گورکھپوری کی نثری تحریروں کے مجموعے موجود ہیں۔ ہاں فراق کے بہت سے اہم مضامین "اردو کی عشقیہ شاعری" "انداز ے" "حاشیے" اور "اردو غزل گوئی" کے بعد بھی رسالوں میں بکھرے پڑے ہیں جن میں سے چند مضامین کی فہرست یہ ہے۔

میرا نظریۂ شاعری (زمانہ مئی ۱۹۴۰ء) میری شاعری اور تنقید حیات کی کوشش (زمانہ اپریل ۱۹۴۱ء) کچھ اپنی شاعری کے متعلق (جامعہ مئی ۱۹۴۲ء) شاعری غیر حقیقی نہیں ہے (زمانہ اکتوبر ۱۹۴۲ء) اردو شاعری میں اظہار حقیقت (نگار مارچ ۱۹۳۸ء) اردو غزل میں اخلاقیات (نگار فروری ۱۹۳۸ء) اردو نثر سو سال میں کیا سے کیا ہو گئی (نگار ستمبر ۱۹۳۹ء) نئے ادب میں غزل کی جگہ (نیا ادب مارچ ۱۹۴۰ء) سنسکرت ڈراما (زمانہ جنوری ۱۹۳۹ء) سنسکرت ناٹکوں کا پلاٹ (زمانہ مئی ۱۹۳۹ء) سنسکرت ناٹک میں بھاؤ اور رس (زمانہ مارچ ۱۹۳۹ء) شیخ امام بخش ناسخ (نگار جون ۱۹۳۸ء) غالب کی شاعری میں محبوب کا تصور (زمانہ اپریل ۱۹۴۵ء) نظم اور غزل (اردو ادب ۱۹۵۹ء)

حسرت موہانی کی شاعرانہ حیثیت پر بہت کام ہوا ہے لیکن تحقیق و تنقید کے سلسلے میں ان کے کارناموں کی پوری چھان بین نہیں ہوئی ہے۔ نکات سخن، معائب سخن اور انتخاب سخن کے علاوہ رسالہ اردوئے معلیٰ میں ان کے بہت سے تنقیدی مضامین شائع ہوئے ہیں اور "تذکرۃ الشعراء" کے عنوان سے انھوں نے ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس کے اکثر مضامین خود حسرت کے قلم سے ہیں۔ شاعری سے متعلق ان کے بہت سے اہم خیالات عبدالشکور نے اپنی کتاب "حسرت موہانی" میں بھی شائع کردئے ہیں۔ اصغر نے اگرچہ نثر بہت کم لکھی ہے لیکن مثنوی میر حسن و مثنوی گلزار نسیم پر ان کے مقدمے اور ان کا ایک مضمون "اردو شاعری کی ذہنی تاریخ" (زمانہ ستمبر ۱۹۲۹ء) بہت کار آمد ہے۔ اقبال احمد سہیل کے مقدمات نشاط روح، حدیث حسن، خرمن عشق اور نغمۂ دل وغیرہ پر اور غالب پر ان کا وہ مضمون جو ۱۹۳۰ء کے معارف میں شائع ہوا تھا، یہ تحریریں اپنے دامن میں بہت سے اہم تنقیدی خیالات رکھتی ہیں۔ آزاد انصاری کا مضمون "غزل کی حمایت میں" (جامعہ مئی ۱۹۳۹ء) اپنے موضوع پر ایک کار آمد تحریر ہے۔

بیسویں صدی کے صاحب طرز نثر نگاروں میں مہدی افادی، سجاد انصاری، سجاد حیدر یلدرم، قاضی عبدالغفار، مولانا ابوالکلام آزاد، اور مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریروں سے اہم تنقیدی خیالات اور فنی نظریات کی چھان پھٹک کرنی ہوگی۔ رشید احمد صدیقی نے طنز نگاری کے فن پر ایک مستقل کتاب "طنزیات و مضحکات" لکھی ہے اس کے علاوہ پیام اقبال، دیباچہ باقیات فانی، ترقی پسند ادب اور "تجدید غزل" میں فن سے متعلق بہت اہم خیالات ہیں۔

جو صرف ایک تخلیقی فن کار کی دسترس میں آسکتے ہیں۔ پریم چند نے اپنے خطوں اور خطبوں میں اپنے نظریۂ فن سے متعلق بہت واضح طور پر اظہار خیال کیا ہے۔ پطرس کا مضمون عصمت چغتائی (ساقی فروری ۱۹۴۵ء) اردو کا اہم تنقیدی مضمون ہے۔

جدید شعراء میں اختر انصاری کی تصانیف "افادی ادب" اور "ادبی ڈائری"۔ فیض کے مضامین بیسویں صدی میں اردو ادب کا سماجی پس منظر (نیا ادب ۱۹۳۹ء) عجز بیان اور مضمون (ادب لطیف ۱۹۴۳ء) اردو شاعری میں اشاریت (ساقی ۱۹۴۴ء) جوش ملیح آبادی (آجکل ۱۹۴۶ء) رتن ناتھ سرشار (آجکل ۱۹۴۵ء) اور ان کے دیباچے، راشد کا ماورا کا دیباچہ اور مضمون "مبادیٔ تنقید" (ادب لطیف ستمبر ۱۹۴۱ء) میراجی کی کتاب "اس نظم میں" اور ان کے وہ سارے مضامین جو مشرق و مغرب کے اہم شعراء پر ادبی دنیا میں شائع ہوئے ہیں۔ جذبی کا دیباچہ فروزاں (طبع ثانی) اور تحقیقی و تنقیدی مقالہ "حالی کے سیاسی رجحانات" جن پر انھیں حال ہی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی ہے ——— یہ ساری نثری تحریریں خاص توجہ کی مستحق ہیں۔ ادھر حال میں بعض شعراء نے اپنے مجموعوں پر جو دیباچے لکھے ہیں ان میں مختار صدیقی (بشنواز نے) مسعود حسین (تمہید شعر) ناصر کاظمی (اعتبار نغمہ) ابن انشا (چاند نگر)، عبدالعزیز خالد (حرف تمنا) بھی بہت غور و فکر کے بعد لکھے گئے ہیں اور اہم تنقیدی خیالات و فنی تجربات کے حامل ہیں۔

اردو کے ان سارے تخلیقی فن کاروں کے خیالات کو سلیقے سے مرتب کرکے ایک مجموعے کی شکل میں شائع کیا جائے تو مجھے توقع ہے کہ نئی نسل کے ادیبوں کو اس سے فن کا شعور حاصل کرنے میں بیش از بیش مدد ملے گی۔

ہماری زبان

۱۵ فروری ۱۹۵۷ء

انجمن کی کانفرنس

انجمن کی مجلس عام نے ۱۰ فروری کے جلسے میں یہ طے کیا ہے کہ ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء کو انجمن کی شاخوں کے نمائندوں اور بعض ممتاز ادیبوں کی ایک کانفرنس علی گڑھ میں کی جائے۔ اس کانفرنس میں انجمن اپنی کاوشوں کا جائزہ لے گی اور آئندہ کے لئے اپنا لائحۂ عمل مرتب کرے گی کانفرنس میں خاص طور پر اس مسئلے پر غور کیا جائے گا کہ اردو کو یو۔پی اور دوسرے صوبوں میں علاقائی زبان تسلیم کرانے کے لئے کون کون سے قدم اٹھائے جائیں۔ اس وقت تک انتخابات کا اعلان ہوچکا ہوگا اور مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کو اپنی آئندہ پالیسی واضح کرنے کا موقع ملے گا۔

اس کے علاوہ ایک اہم مسئلہ ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے مدارج میں اردو کے حقوق کے تحفظ کا ہے۔ پارلیمنٹ یہ قرارداد منظور کرچکی ہے کہ لسانی اقلیتوں کی زبان میں ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور ثانوی مدارس میں اُن کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ ہر ریاست میں حالات مختلف ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ انجمن اپنی شاخوں کی مدد سے سارے ملک کے لئے ایک واضح طریقہ کار وضع کرے اور اس کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرے۔

اس کے علاوہ انجمن کی تنظیم کو بھی اور مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ نئی ریاستوں کے قیام کی وجہ سے بمبئی مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، پنجاب میں نئی ریاستی شاخیں قائم کرنا ہیں۔ ان صوبوں میں کچھ مقامی شاخیں کام کررہی ہیں۔ ان کو ریاستی شاخوں کے ماتحت کرنا ہے اور پوری مشینری کی کارکردگی اور باقاعدگی بڑھانا ہے۔

اردو صحافت و نشر و اشاعت کے بعض مخصوص مسائل ہیں۔ اس کانفرنس میں ان پر بھی غور کیا جائے گا اور اس طرح منفرد کوششوں کو منظم کرنے کی کوشش ہوگی۔

کانفرنس کے لئے دعوت نامے اور اس کا مفصل پروگرام عن قریب روانہ ہوگا۔

انجمن کے نئے صدر

ڈاکٹر ذاکر حسین کے انجمن کی صدارت سے استعفا دینے کے بعد جناب عبدالمجید خواجہ صاحب نائب صدر انجمن عارضی طور پر صدارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ خواجہ صاحب مشہور قومی کارکن ہیں۔ اور انھوں نے گاندھی جی اور جواہر لال نہرو کے دوش بدوش ملک کی آزادی میں بڑا نمایاں حصہ لیا ہے۔ وہ اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے صدارت کے فرائض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۱۰ فروری کے جلسے میں انھیں کی تجویز پر سید بشیر حسین زیدی وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، متفقہ طور پر انجمن کے صدر منتخب ہوئے۔ ہمیں خوشی ہے کہ عبدالمجید خواجہ صاحب انجمن کے نائب صدر رہیں گے اور انجمن سے ان کی ہمدردی اور دلچسپی قائم رہے گی۔ زیدی صاحب کا اردو سے گہرا شغف سب پر روشن ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی قیادت میں انجمن اور ترقی کرے گی، اس کے وسائل اور حلقۂ اثر میں اضافہ ہوگا اور اس کی افادیت اور روشن ہوگی۔

پنڈت نہرو اور اردو

پنڈت جی برابر اردو کی حمایت کرتے رہتے ہیں اس کے باوجود اردو کے ساتھ ریاستی حکومتیں انصاف نہیں کرتیں۔ یہ بات بہت سے لوگوں کو عجیب معلوم ہوتی ہوگی ابھی حال میں لکھنؤ میں وہ کانگریس کی انتخابی مہم کے سلسلے میں تقریر کررہے تھے۔ وہاں انھوں نے اردو کے ساتھ بے انصافی پر بھی افسوس کیا اور لوگوں کو توجہ دلائی کہ اردو بھی ہماری قومی زبان ہے اور یوپی میں اسے اس کا حق ملنا چاہئے۔ پنڈت جی ہمارے وزیر اعظم ہی نہیں سارے ملک کے محبوب قومی رہنما بھی ہیں۔ ان سے زیادہ ملک کا بہی خواہ کون ہوسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ

پنڈت جی کے نام پر الیکشن لڑتے ہیں۔ ان کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہیں چلتے۔ وزیر اعظم کی حیثیت سے پنڈت جی حکومت سے احکام جاری کرا سکتے ہیں۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں میں تنگ نظری اور تعصب کم ہو اور تمام اقلیتوں کو مناسب حقوق ملیں۔ اس لئے وہ بار بار اردو کی حمایت میں تقریریں کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کے فرائض یاد دلاتے ہیں۔

کاش یو۔پی کی حکومت ان کی خواہشوں کی پاسداری میں چوکس ہو اور صرف ان کا نام استعمال کرنے پر قناعت نہ کرے ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

اردو لغت

"ہماری زبان" ہر ہفتے ملتا ہے اور اب تو اس کا انتظار رہنے لگا ہے۔ چشم بدور! شاعروں کی اصلاح کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کے ایک ایک لفظ سے اتفاق کرتا ہوں میں اب سے کئی ماہ پہلے الجمعیۃ وغیرہ اردو اخباروں میں لوگوں کو متوجہ کر چکا ہوں مگر ؎

صدائے طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

اب ایک ذمہ دار ادارے کے ذمہ دار فرد نے متوجہ کیا ہے دیکھنا ہے کہ کیا ردعمل ہوتا ہے۔

اردو لغت کے سلسلے میں پہلے لوگوں سے تجاویز طلب کرنا مناسب ہے۔ پھر حتمی طور پر اس کی قیمت کا اندازہ لگا لیا جائے اور زیادہ سے زیادہ سو۔سوا سو روپے کی قیمت چار پانچ قسطوں میں مقرر کردی جائے۔ ایسا ہو کہ لوگ پیشگی ممبر بن جائیں اور قسطوں میں روپیہ ادا کریں انہیں کم سے کم ایک چوتھائی رقم کا فائدہ رہے یعنی اگر قیمت سو روپیہ ہو تو وہ ممبروں کو ۷۵ روپے میں مل جائے۔ جو حضرات ساری رقم یک مشت ادا کردیں انہیں بجائے ۷۵ کے ۶۰۔۶۵ میں پڑ جائے۔ اس طرح خریداروں کو بھی فائدہ رہے گا اور انجمن کو بھی کام شروع کرنے میں آسانی ہوگی۔ امید کی جاسکتی ہے کہ حکومت بھی اس نیک کام میں مدد دے۔ لیکن کام کی ابتدا اس سے بے نیاز ہی ہو کر کرنی چاہئے۔

(مختار احمد فاروقی۔ دہلی)

جگراج سنگھ صاحب آپ کی جو اسکیم ایک جامع لغت شائع کرنے کی ہے۔ اس کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور اس کی تفصیل کا منتظر ہوں۔

میرا معروضہ ہے کہ اگر آپ توجہ دیں تو ایک چھوٹی لغت جو ہم پایہ انگریزی لغات کے ہو جلد شائع کی جاسکتی ہے اور اس کی ہر اردو داں کو ضرورت ہے۔ اس کی اشاعت میں اس کے سائز کا خیال از حد ضروری ہے۔ اس کا کاغذ و جلد جیسی انگریزی لغت (CAMBRIDGE OXFORD) میں ہے اسی نمونے کی ہو۔ اس قسم کے کاغذ سے ضخامت زیادہ نہ ہونے پائے گی۔ اس کو ایسا (HANDY) ہونا چاہئے کہ سفر یا جہاں کہیں بیٹھیں ساتھ رکھ کر استفادہ

۵۵ نے سکیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ جامع لغت بھی از حد ضروری ہے لیکن اس کی ضرورت ہر اردو داں کو نہ ہوگی لیکن مختصر لغت کی ضرورت ہر اردو پڑھنے والے کو ہوگی۔ آپ تصور کیجئے کہ آج کل کی جو لغات بازار میں ہیں ان کی جو حالت ہے وہ گفتہ بہ ہے ان کو انگریزی کی دوسری کتابوں کے ساتھ نہ رکھا جاسکتا ہے اور نہ ان کو طالب علم اپنے ساتھ لے کر اسکول آسکتا ہے۔ ان کی شکل میں علم کی کوئی شان ہی نظر نہیں آتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ فی الحال ایسی لغت شائع کرنے میں زیادہ محنت کی ضرورت نہ ہوگی۔

نظر برنی جرنلسٹ بلند شہر میں "ہماری زبان" بڑے انہماک سے پڑھتا ہوں، ہماری زبان واقعی اردو کا حامی ہے۔ آپ نے جو ایک مستند لغت شائع کرنے کا عزم کیا ہے وہ قابل قدر ہے۔

جناب عبدالقیوم صاحب ناگوری تحریر فرماتے ہیں کہ اردو لغت کا منصوبہ بہت مفید اور کار آمد ہے اس کو ضرور تکمیل تک پہنچنا ہے۔

ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب (مسلم یونیورسٹی) نے لغت کے سلسلے میں ایک رقمی پیش کش کی تھی۔ ہم ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ عنقریب لغت کی پوری اسکیم مرتب کرکے پیش کی جائے گی اس کے بعد عملی اقدامات کئے جاسکیں گے۔ فی الحال کسی رقم کی ضرورت نہیں ہے۔

انجمن کی خبریں

مرکزی انجمن مرکزی انجمن کی مجلس ادبی۔ عاملہ اور مجلس عام کے جلسے جناب عبدالمجید خواجہ کی صدارت میں ۹ بجے صبح سے ۵ بجے شام تک انجمن کے دفتر۔ علی گڑھ میں ہوتے رہے۔ بیچ میں صرف ڈیڑھ گھنٹے کا وقفہ کھانے کے لئے رہا۔

جلسے میں انجمن اور اردو سے متعلق بہت سے اہم امور پر غور و خوض کیا گیا۔ مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت فرمائی۔

۱۔ عبدالمجید خواجہ صدر
۲۔ پنڈت سندر لال نائب صدر
۳۔ پروفیسر مسعود حسین رضوی رکن
۴۔ مالک رام صاحب
۵۔ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب
۶۔ سید سجاد ظہیر صاحب
۷۔ شاہ معین الدین صاحب
۸۔ شہاب الدین دسنوی صاحب
۹۔ خواجہ غلام السیدین صاحب
۱۰۔ سید احتشام حسین صاحب
۱۱۔ حمیدہ سلطان صاحبہ
۱۲۔ حامد علی خاں صاحب
۱۳۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب
۱۴۔ ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب
۱۵۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی
۱۶۔ پروفیسر آل احمد سرور (جنرل سکریٹری)

انجمن کی مجلس عام نے باتفاق آرا جناب کرنل سید بشیر حسین زیدی صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کو انجمن کا صدر منتخب کیا۔

انجمن ترقی اردو ہند کی ادبی مجلس میں حسب ذیل کتابیں اشاعت کے لئے نئے پروگرام میں شامل کی گئیں۔

۱۔ مدرا راکشش۔ منظوم ترجمہ بشیشور پرشاد منور لکھنوی
۲۔ بھارت میں انگریزی راج کا وہ حصہ جو غدر ۵۷ء کے واقعات سے متعلق ہے	پنڈت سندر لال
۳۔ انتخاب کلام ظفر مع مقدمہ۔	خلیل الرحمٰن اعظمی
۴۔ خطوط سرسید۔ مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین آرزو (مرتب ثانی ایڈیشن)
۵۔ ڈکر بیر (اردو ترجمہ) خورشید الاسلام
۶۔ شکنتلا (اردو ترجمہ) بیگم قدسیہ زیدی
۷۔ جمال الشعرا مرتبہ مالک رام

اردو لغت کے سلسلے میں ایک کمیٹی مرتب دی گئی ہے جو اردو لغت کی پوری اسکیم تیار کر کے لٹریری کمیٹی میں پیش کرے گی۔ اس کمیٹی کے ارکان حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی
۲۔ مولانا ضیاء احمد بدایونی
۳۔ پروفیسر مسعود حسین رضوی
۴۔ پنڈت سندر لال
۵۔ ڈاکٹر سید عابد حسین
۶۔ سید احتشام حسین
۷۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں
۸۔ پروفیسر آل احمد سرور (کنوینر)

یہ طے پایا کہ انجمن کا ایک ادبی حلقہ قائم کیا جائے اور اس کے ممبر بنائے جائیں۔ ادبی حلقے کے قواعد و ضوابط منظور ہوئے جو آئندہ اشاعت میں شائع کئے جائیں گے۔ ان قواعد کا خلاصہ یہ ہے کہ "ادبی حلقہ" کے ہر رکن سے سالانہ ۳۰ روپے یک مشت یا دس دس روپے کی تین چار ماہی قسطوں میں رکنیت کی فیس لی جائے گی جس کے عوض ہماری زبان ہفتہ وار قیمتی ۴/- روپے ، انجمن کا رسالہ اردو ادب سہ ماہی قیمتی ۱۰/- روپے۔ اور ۲۵/- روپے کی انجمن کی کتابیں جو رکن پسند کرے۔ گویا ۳۹/- روپے کی مطبوعات پیش کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ انجمن کی اور کتابوں کی خریداری پر ۲۵ روپے تا صد کمیشن دیا جائے گا۔

بانسوٹ۔ گجرات

یکم فروری ۱۹۵۸ء کو عیدار صاحب کے بنگلے پر مجلس انتظامیہ کی میٹنگ ہوئی تھی۔ اس میٹنگ میں تین ممبران پر مشتمل ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی تھی جس کو انجمن کا دستور عمل بنانے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔

۸ فروری کو پھر مجلس انتظامیہ کی میٹنگ ہوئی۔ سب کمیٹی نے اپنا بنایا ہوا دستور العمل پیش کیا۔ اس پر غور کیا گیا۔ اور مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس ہوئیں۔

۱۔ ۹ فروری کو ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی جائے جس کے سامنے دستور عمل منظوری کے لئے پیش کیا جائے
۲۔ انجمن کے تحت ایک لائبریری قائم کی جائے جس کا

نام انجمن ترقی اردو لائبریری ہوگا۔

۳- لائبریری قائم کرنے میں ممبران کی مدد حاصل کرنے کے لئے ہنگامی میٹنگ میں اپیل کی جائے۔

امروہہ (یو۔پی)

انجمن ترقی اردو امروہہ یوپی کا سالانہ علمی اجتماع ۱۶- فروری ۱۹۵۷ کو بڑے اہتمام سے ہو رہا ہے۔ جس میں انجمن کے جنرل سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور بھی شرکت فرما رہے ہیں اور اجتماع کی روایات کے مطابق ایک مقالہ بھی پڑھیں گے۔

صبح طلبہ کا مقابلہ بیت بازی ہوگا دوپہر میں طلبہ علمی مباحثہ کریں گے۔ اور ان میں انعامات تقسیم کئے جائیں گے رات میں ادبی نشست ہوگی۔

یوم غالب

انجمن ترقی اردو ہند کی شاخ دہلی میں ۲۲- فروری کو یوم غالب ایک انوکھے انداز میں منایا جا رہا ہے تاکہ اس کی افادی حیثیت بڑھ جائے اس جلسے کی صدارت جناب خواجہ غلام السیدین صاحب فرما رہے ہیں۔ بہت سے ادیبوں، شاعروں اور مشاہیر کی شرکت کی توقع ہے۔

اُردو دُنیا

"سماج" تین زبانوں میں

دہلی سے ٹی۔ ایس منوہن سنگھ اور فرید قیصر کے زیر اہتمام ایک سہ روزہ جریدے "سماج" کی اشاعت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ پرچہ دو شنبہ اور پنجشنبہ کو ایک ہی وقت میں اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں شائع ہونے لگا ہے۔

قطعہ

ہم پر بھی اک "شباب غزل" مہرباں تھا
لیکن یہ عہد وہ تھا کہ آتش جوان تھا

محفوظ تھے پیام ملاقات و خط شوق
اُس کا جو نامہ بر تھا وہی پاسبان تھا

غزل

جنوں کے ساتھ جنھیں زعم آگہی بھی ہے
یہ اُن کا جھوٹ نہیں بلکہ شاعری بھی ہے

نقاب عارض رنگیں میں دلکشی بھی ہے
سحر میں جیسے اندھیرا بھی روشنی بھی ہے

لب شگفتہ و چشم خمار آلودہ
تمہارے یہاں نہیں پی ہے اور پی بھی ہے

جو احتیاط پہ التفات برتی جائے
تو کیا حرج ہے جو نام اس کا بے رخی بھی ہے

جنھیں مہک سے نوازا ہے موسم گل نے
انھیں گلوں کے لباسوں میں سادگی بھی ہے

برائے ہمہ کہ محبت پہ اختیار نہیں
ہر آدمی کے لئے عشق لازمی بھی ہے

اسے "نسیم چمن" کہہ رہا ہوں میں لیکن
کہیں "نسیم چمن" مڑ کے دیکھتی بھی ہے

گرائی جاتی ہے بالوں کی لٹ جو چہرے پر
مراد اس سے تخاطب بھی دلکشی بھی ہے

اگر یہ راہ نما ہے تو سوچنا ہوگا
جو راستہ نہ دکھائے وہ روشنی بھی ہے

کس اعتبار سے ہم دعوئ بہار کریں
گلوں میں رنگ شگوفوں میں تازگی بھی ہے

ہمارے حال پریشاں پہ اے "طرب کارو"
یہ مت کہو یہ تقاضائے زندگی بھی ہے

تمیز مطرب و شاعر کہاں رہی اے شاد
سخنوروں کے لئے شرط "گائیکی" بھی ہے

(شاد عارفی)

کتب خانہ سالار جنگ

سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی حیدرآباد کی جانب سے کتب خانہ سالار جنگ کی اردو قلمی کتابوں کی فہرست شائع ہوگئی ہے جو ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی بارہ روپے قیمت رکھی گئی ہے اس میں ۱۰۴۵ قلمی کتابوں کا تذکرہ ہے۔ یہ فہرست ریسرچ اسکالرس کے لئے مفید ثابت ہوگی مولوی نصیرالدین ہاشمی نے اسے ترتیب دیا ہے

بنارس (یوپی)

علاقائی اردو کانفرنس بنارس جو ۱۶،۱۷ فروری ۵۷ء کو ہونے والی تھی وہ جلسہ انجمن ترقی اردو بنارس منعقدہ ۱۰- فروری کے رزیڈیوشن کی بنا پر فی الحال الکشن کی وجہ سے ملتوی کردی گئی ہے اب وہ مئی ۵۷ء میں ہوگی۔

اردو دنیا

انجمن اردوئے معلیٰ

۲۳ فروری کو انجمن اردوئے معلیٰ مسلم یونیورسٹی کا ایک جلسہ پروفیسر آل احمد سرور کی صدارت میں ہوا۔ جس میں سید سجاد ظہیر صاحب نے ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے۔

سجاد ظہیر صاحب نے فرمایا کہ ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس جو اواخر ستمبر نئی دہلی میں ہوئی اس کے پیش نظر مقاصد میں یہ بات بھی تھی کہ ایشیا کے ادیب مغربی ادب سے تو واقف ہیں اور وہاں کے ادیبوں اور شاعروں کو جانتے ہیں لیکن ایشیا کی زبانوں کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتے ہیں۔ اس لئے کانفرنس نے یہ سوال اٹھایا کہ کس طرح ایشیائی ادیبوں کے درمیان تہذیبی روابط قائم کئے جائیں۔

انھوں نے فرمایا کہ اس طرح کی کانفرنسیں ادیبوں کو اچھا ادیب بنانے میں مدد کرتی ہیں کیونکہ ایسے مواقع پر ادیب ایک جگہ بیٹھ کر اپنے تہذیبی مسائل پر گفتگو کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

انھوں نے یہ خبر بھی سنائی کہ امسال دسمبر میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے ادیبوں کی ایک کانفرنس کلکتہ میں ہو رہی ہے۔

سجاد ظہیر صاحب کی تقریر کے بعد پروفیسر آل احمد سرور نے ایک مختصر تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ اگر اس طرح کی کانفرنسیں ہوتی رہیں تو اس سے ادیبوں اور عوام دونوں کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ ادیب، سرکاری سفیروں سے بہتر سفیر ہوتا ہے۔

سرور صاحب نے فرمایا کہ دسمبر کی کلکتہ کانفرنس سے پہلے اردو ادیبوں کی ایک کانفرنس ہونی چاہیے اس کانفرنس کو انجمن ترقی اردو یا ایسی کوئی ذمہ دار جماعت کر سکتی ہے۔ اور ہم علی گڑھ کے لوگوں کو اس معاملے میں پہل کرنی چاہیے۔

اس جلسے میں ڈاکٹر عبدالعلیم۔ ڈاکٹر سید اعجاز حسین، احسن جذبی، ڈاکٹر مختارالدین احمد، احترام الدین شاغل، جمیل الدین علوی، خلیل الرحمن اعظمی، ضیاء احمد بدایونی، نسیم قریشی کے علاوہ اور حضرات بھی شریک تھے۔

نظیر اکبرآبادی کی برسی

آگرہ میں اردو کے مشہور شاعر نظیر اکبرآبادی کے مزار پر ۷ فروری ۱۹۵۷ء کو ۱۲۷ ویں برسی منائی گئی۔ ملک کا یہ عظیم شاعر ۱۷۴۰ء میں پیدا ہوا اور اپنی ساری عمر غربت میں کاٹ دی۔ ان کی اس برسی کے موقع پر مختلف علاقوں کے نمائندے اور تقریباً پانچ سو شعرائے کرام نے شرکت کی۔

پنڈت جی اور اردو

لکھنؤ کے ایک بڑے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا کہ ہم اردو جیسی زبان کو دیس نکالا نہیں دے سکتے۔ ہم اسے پاکستان میں کیوں پھینکیں۔ وہاں تو اسے ٹھیک طور پر بولا بھی نہیں جاتا۔ یہ بہت مقبول زبان ہے۔ ہمیں اس کو تقویت دینا چاہیے اور آگے بڑھانا ہے۔ اس سے ہندی پر کوئی اثر نہ ہوگا کیوں کہ ہندی ہماری سرکاری زبان تسلیم کی جا چکی ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی میں اردو

کلکتہ یونیورسٹی میں اردو دوبارہ رائج ہو رہی ہے۔ واضح ہو کہ پچھلے دنوں یونیورسٹی میں اردو کا تعلیمی سلسلہ ختم کر دیا گیا تھا۔

اب حکومت بنگال کے اعلان کے مطابق اگر کوئی طالب علم اردو مضمون میں داخلہ لینا چاہے تو یونیورسٹی اس کے لئے انتظام کرے گی۔

اردو کی ترقی کے لئے اقدامات

بدایوں کی ایک ادبی نشست میں راجہ کنور سیوک صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں شاعروں اور ادیبوں کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اردو کی ترقی کے لئے ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے جس کے لئے اتحاد لازمی ہے۔

اس جلسے میں انجمن بہار ادب کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے صدر بابو رگھوبیر شرن آنریری مجسٹریٹ اور سکریٹری وحشی بدایونی چنے گئے۔

معاصرین

ناگری رسم خط

ا۔ ن۔ س۔ نیوز ایجنسی کی خبر لکھنؤ کے روزنامہ قومی آواز میں:۔

" لکھنؤ ۲۴ جنوری۔ الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ میں آج اکبر الہ آبادی کا ایک شعر حرف بحرف صادق آگیا جب مسٹر جسٹس آنند نارائن ملا نے پنچایت عدالت کے ایک فیصلے کو مسترد کردیا...... سب ڈویژنل مجسٹریٹ نے اپنے احکام ہندی زبان میں دیئے تھے اور وہ تحریر ایسی تھی کہ ہائی کورٹ میں اسے کوئی نہ پڑھ سکا۔ مسٹر جسٹس ملا نے مجسٹریٹ کو عدالت میں طلب کیا کہ وہ اپنے اس فیصلہ کو جو انھوں نے ہندی میں لکھا ہے پڑھیں اور اس کا مطلب بتائیں۔

نیوز ایڈیٹر نے خبر کی سرخی جمائی ہے "..... مل گئی فی الفور نجات" اور اکبر کے جس شعر کی یہ تلمیح ہے وہ پورا یہ ہے :۔

بس کہ تھا نامۂ اعمال مرا ہندی میں
کوئی پڑھ ہی نہ سکا مل گئی فی الفور نجات

(اقتباس از صدق جدید)

اردو کا مرتبہ

امریکہ کے اسسٹنٹ کمشنر انٹرنیشنل تعلیمات آلیور جے کالڈول نے واشنگٹن میں اپنی تقریر میں کہا کہ ان کے اندازہ میں۔

۲۵۰ کروڑ انسان انگریزی بطور اصلی زبان کے بولتے ہیں۔

۵ کروڑ اور ۱۰ کروڑ کے درمیان انسان انگریزی بطور ثانوی زبان کے استعمال کرتے۔ ۱۰ کروڑ کے قریب انسان اردو اور روسی بولتے ہیں" (دکن ٹائمز مدراس ۲۰ جنوری ۱۹۵۷)

گویا ہندستان ہی میں نہیں، پاکستان میں نہیں، صرف مشرق میں ہی نہیں ساری دنیا میں انگریزی کے بعد دوسرے نمبر پر اردو آتی ہے۔ (اقتباس از صدق جدید)

"اب یہ او نچے درجہ کے لوگوں کا کام ہے کہ وہ احسان کا بدلہ احسان سے دیں اور شریفوں کی شرافت کا وزن محسوس کریں"
مخلص

اردو ــــ ایک مشترکہ سرمایہ

مسٹر حبیب الرحمن سکریٹری ریاستی شاخ انجمن ترقی اردو آندھرا نے حیدرآباد ناگردال کالج میں ایک مفصل تقریر فرمائی ہے جس کی رپورٹ ہمارے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس کے ضروری اقتباس ہم عصر روزنامہ الجمعیۃ نے اپنے اداریے مورخہ ۱۳۔ فروری میں لے کر مدلل بحث کی ہے۔ اس لئے ہم عدم گنجائش کی وجہ سے صرف اداریے کے چند ٹکڑے یہاں نقل کرتے ہیں کہ سونے پر "سہاگہ" کا مصداق ہو جائے۔

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو حیدرآباد کے سکریٹری نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں زبانوں کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے دو باتوں پر خاص زور دیا ہے۔ اول یہ کہ " اردو اتنی سخت جان ہے کہ اپنے بل بوتہ پر چل رہی ہے ورنہ اسے مٹانے میں کسر نہیں چھوڑی گئی۔" مٹانے کا قصہ یہ ہے کہ ایک مدت تک تو یہی فرمایا گیا کہ اردو، سرے سے کوئی زبان ہی نہیں۔ یہ ان لوگوں نے کہا جو چوٹی کے کانگریسی اور گاندھی بھگت مشہور ہیں۔ مگر جب ایسے لوگوں کو ذرا شرم آئی تو انھوں نے یہ کہنا چھوڑ دیا کہ اردو کوئی زبان نہیں مگر اردو کو مٹانے میں سرگرم رہے اور اب تک اس مقدس جہاد میں مشغول ہیں۔ اگرچہ پنڈت جواہر لال نہرو بار بار کہہ چکے ہیں کہ اردو کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، مگر متعصب کانگریسیوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا"...... اس بات کو بھی چھوڑیئے کہ اردو کے بارے میں گاندھی جی کا کیا خیال تھا۔ اسے بھی جانے دیجئے کہ کانگریس نے اردو کے بارے میں کیا طے کیا تھا۔ صرف یہ دیکھئے کہ دستور میں اردو کو چودہ زبانوں کے ساتھ علاقائی زبان تسلیم کیا گیا ہے مگر اردو کی علاقائی حیثیت ہوا میں معلق ہے اور جب اردو دشمنوں کو شرم دلائی جاتی ہے کہ اور ا نہیں دستور ہی کا احترام کرو اور یہ بتاؤ کہ اردو کس علاقہ کی زبان ہے تو اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔

سکریٹری انجمن ترقی اردو نے دوسری بات یہ کہی کہ "دوسری زبانیں ہندستان کو تقسیم کررہی ہیں لیکن اردو ہندستان کو ایک رکھنے اور متحد کرنے رہے گی" اور ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہندستان کبھی متحد نہ ہوگا کیونکہ اردو کو مٹایا جارہا ہے۔

جو لوگ اردو کے حامی ہیں ان کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ کانگریس سے اردو کا مطالبہ منواتے اور پھر اسے ووٹ دینے کا وعدہ کرتے۔ مگر اردو والے ایسی ذلیل حرکت نہیں کرسکتے۔

مُلسلات

ادبی اکاڈمی لکھنؤ

ادبی اکاڈمی لکھنؤ کے ممبران، عہدے داران اور مختلف شعبہ جات کے ذمہ داران کا ایک جلسہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے مکان پر منعقد ہوا۔ یہ جلسہ دستور العمل کی ترتیب اور اکیڈمی کے ترجمان "جائزہ" کے سلسلے میں طلب کیا گیا تھا۔ جلسہ میں پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، پروفیسر عبدالاحد خاں خلیق، چودھری نفیس احمد، نسیم احمد، شجاعت علی سندیلوی، اسحٰق صدیقی اور وارث کرمانی صاحبان کی شرکت قابل ذکر ہے۔

احتشام صاحب نے دستور کا مسودہ دوبارہ پیش کیا۔ جو متفقہ طور پر منظور ہوا۔ اکیڈمی نے اپنے آئندہ عمل کے متعلق طے کیا کہ باقاعدہ کام اپریل ۱۹۵۷ء سے شروع کیا جائے۔ جائزہ مئی کے مہینے میں انتخاب ۱۹۵۷ء کے حالات پر نکالا جائے۔ مختلف ادبی انجمنوں کی طرف سے جو اشتراک و تعاون کے سلسلے میں خطوط آئے ان کو جنرل سکریٹری نے پیش کیا۔ جلسہ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ اردو کی ترقی اور بقا میں ہر ادبی انجمن ادبی اکیڈمی کا ہاتھ بٹائے گی۔

جائزہ کی ترتیب کے سلسلے میں حسب ذیل حضرات کو ذمہ دار بنایا گیا۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر نذیر احمد، عبدالاحد خاں خلیق اور شجاعت علی سندیلوی۔

(شجاعت علی سندیلوی)

برہان پور جنتا لائبریری

برہان پور جنتا لائبریری کی طرف سے ایک جلسہ جاوید انصاری نائب معتمد انجمن ترقی اردو شاخ برہان پور کی صدارت میں ہوا۔ جس میں قلمی رسالہ نکالنے کی تجویز منظور ہوئی۔ جلسے میں مندرجہ ذیل شعرا نے اپنا کلام سنایا۔

خورشید، فاضل، اقبال نصیب، اختر پرویز، عزیز الرحمٰن انصاری، فضل صدیقی، اکرم خلیقی، چھمن داس اور تنکلو پردیسی۔ آخر میں مخدوم جابر نے فرمایا کہ ادیبوں اور شاعروں کو ایسے ادبی پروگراموں میں دلچسپی سے حصہ لینا چاہیے۔

یوم پریم چند

بیجاپور سے محبوب خاں عراقی سکریٹری بزم اردو اطلاع دیتے ہیں کہ ۴ فروری ۱۹۵۷ء کو طلبائے بیجاپور کالج کی کوششوں سے انجمن ہال میں یوم پریم چند منایا گیا اور جلسے میں پریم چند سے متعلق مضامین پڑھے گئے۔

مئو ناتھ بھنجن میں مشاعرہ

۲۔ فروری کو بزم ادب اردو، مسلم انٹر کالج کی جانب سے ایک کامیاب محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ مندرجہ ذیل شعرا نے اپنا کلام سنایا۔

مہدی گورکھپوری، شفیق جونپوری، نذیر بنارسی، مسلم انصاری، فضا ابن فیضی، فنا کانپوری، انور مرزاپوری، راز الہ آبادی، بیکل بلرام پوری، عارف عباسی، ماہر الہ آبادی، جوہر بجنوری، آغا رشید منظر، ایم۔ اے حفیظ بنارسی، جوہر صدیقی، شوکت مجید، حمید عارف، سراج بنارسی، عدیل عباسی، جامی چڑیا کوٹی، فاروق اکرم، رہبر مبارک پوری، انجم مئوی، عارف صدیقی۔ وغیرہ۔

پنچ شیل کے دور میں اردو زبان

گورنمنٹ کالج نابھ (پنجاب) میں ایک مشاعرہ ڈاکٹر گوردھن ول بخشی کی صدارت میں ہوا۔ جس میں پنڈت میلا رام وفا، پروفیسر پال سنگھ بیدار، زمزم بجنوری، ظہور سہارن پوری، سیلم گھنتولوی، نوبہار صابر، رشی پٹیالوی، روشن پٹیالوی، پروفیسر راجندر سوز اور دیپک دہلوی کے علاوہ مقامی شعراء نے شرکت کی۔

ڈاکٹر بخشی نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ "اردو ایک خالصاً ہندستانی زبان ہے جس نے اسی دیس میں جنم لیا ہے اور یہیں پلی بڑھی ہے اور یہیں پروان چڑھی ہے اس پنچ شیل اور باہمی یگی دوستی کے دور میں اردو زبان کو ترقی کرنے کا پورا پورا موقع ملنا چاہیے۔ اردو زبان ہندو مسلم کلچر کا سنگم رہی ہے۔ اس شاندار زبان کو ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہیے۔

بزم ادب

صابر گلشن آبادی، اجین سے اطلاع دیتے ہیں کہ بزم ادب توپ خانہ اجین کی جانب سے ۳۰ فروری ۱۹۵۷ء کو عطا گوالیاری کی صدارت میں مشاعرہ ہوا جس میں حسب ذیل شعراء نے حصہ لیا۔ عطا صدیقی، عادل مہدوی، سلطان احمد صدیقی راہی قناتی، ماسٹر وحید الحسن واحد، صابر گلشن آبادی، قمر اندوری۔ جہانگیر اشرف اندوری، حمید اندوری، تودو اندوری احمد اندوری، مخمور اجینی، تمام اجینی، حیات اجینی، دولت جھالاواڑی، شیخ احمد، حفیظ صاحب، فہیم منگاپوری، اور مجنوں۔

اس کے بعد ریزولیشن پاس کیے گئے۔ ایک آل انڈیا ریڈیو بھوپال کا اجین کے شعراء کو نظر انداز کرنے سے متعلق اور دوسرا مدھیہ پردیش میں اردو کو اس کا حق دلوانے کے سلسلے میں۔

لٹریری ایسوسی ایشن

عشرت دھولپوری اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۶ جنوری کو یوم جمہوریت کی خوشی میں لٹریری ایسوسیشن دھولپور کے زیر اہتمام ایک جلسہ معراج دھولپوری کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ مشاعرے کے بعد ایسوسی ایشن کے انتخابات کی تجدید حسب ذیل طریق پر ہوئی۔ حضرت معراج دھولپوری۔ صدر * عشرت دھولپوری سکریٹری۔ عزیز دھولپوری جوائنٹ سکریٹری اختر عباس اختر جوائنٹ سکریٹری۔ مرزا حمید بیگ نشتر خازن۔

یہ کتابیں ملیں

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

صدرہ وطوبیٰ:۔ مصنف۔ الم مظفر نگری
ناشر:۔ مکتبہ برہان دہلی
حجم:۔ [illegible]۔ صفحات ۱۹۹
کاغذ اچھا۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

آہنگ سرمدی:۔ مصنف۔ الم مظفر نگری
ناشر:۔ مکتبہ برہان۔ دہلی
حجم [illegible]۔ صفحات ۱۱۹۔
کاغذ اچھا۔ قیمت دو روپے

سیاسی معلومات (جلد دوم حصہ اول) مصنف۔ اسرار احمد آزاد
ناشر:۔ مکتبہ برہان۔ دہلی
حجم:۔ [illegible] صفحات ۴۰۸
کاغذ اچھا۔ قیمت پانچ روپے ۸ آنے

سوویت یونین میں مسلمان۔ مصنفین۔ ویلزی سوف و رجیا بدوف۔
ناشر:۔ نمائندہ تاس نیوز ایجنسی۔ نئی دہلی
حجم:۔ [illegible] صفحات ۹۰
کاغذ اچھا۔ قیمت دو آنے

سیتا:۔ مصنف:۔ کرل میڈوز
مترجم:۔ محمد رئیس الشان خاں
ناشر:۔ راجہ رام کمار بک ڈپو، لکھنؤ
حجم:۔ [illegible] صفحات ۴۰۰
کاغذ اچھا۔ قیمت پانچ روپے

تازیانے:۔ مصنف۔ زین القضاۃ احمد بن محمد الجی
مترجم۔ مولانا ابوالبیان حماد
ناشر:۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب۔ کراچی
حجم:۔ [illegible] صفحات ۲۸۸۔
کاغذ اچھا۔ قیمت تین روپے

سیرت پاک۔ مرتبہ:۔ بشیر محمد شارق۔ دہلوی
ناشر:۔ کارخانہ تجارت کتب۔ کراچی
حجم [illegible]۔ صفحات ۱۹۲
کاغذ اچھا۔ قیمت ایک روپیہ ۸ آنے

تبصرے

سروشِ ہستی

مصنف:۔ شاد عظیم آبادی
ناشر:۔ کتاب منزل، سبزی باغ پٹنہ ۴
قیمت:۔ تین روپے آٹھ آنے

شاد عظیم آبادی اردو کے ان قابل قدر شعراء میں ہیں جنھوں نے اردو غزل کی لے میں جدت لب و لہجہ کا رس شامل کرکے اردو شاعری کو ایک نئی آواز سے آشنا کیا۔ اس اکیلے شاعر نے اردو غزل کو جن نئے امکانات سے آشنا کیا ہے اس کا ابھی خاطر خواہ اعتراف نہیں کیا گیا ہے۔ عزیز احمد نے اپنے ایک مقالے میں جو "نقوش" میں شائع ہوا تھا شاد کی شاعری پر ایک نئے زاویے سے روشنی ڈالی ہے۔ نیز جمیل قدوائی نے "ماہ نو" میں ایک مضمون کے ذریعے ان کی شاعری کے کچھ اچھوتے پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ حمید عظیم آبادی کی خدمات اس لحاظ سے لائق تحسین ہیں کہ انھوں نے شاد کے کلام کو مختلف مجموعوں میں سلیقے کے ساتھ مرتب کرکے شائع کیا ہے۔ اس طور پر اس باکمال شاعر کے کارناموں کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ "سروشِ ہستی" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں شاد کے قطعات کو جمع کیا گیا ہے۔ ابتدا میں مرتب نے ۵۶ صفحے کا ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں فارسی و اردو کی قطعہ نگاری کا مفصل جائزہ لیتے ہوئے اس صنف سخن میں شاد کی خدمات کا تعین کیا ہے۔ اس کے بعد تیس صفحے کا ایک مقالہ پروفیسر [illegible] (پٹنہ یونیورسٹی) نے لکھا ہے۔ شاد کے قطعات کا مطالعہ کرنے کے بعد راقم الحروف کی یہ رائے ہے کہ دراصل نظمیں ہیں اور یہ وہی تکنیک ہے جسے بعد میں اقبال نے فلسفیانہ اور فکری شاعری کے لئے اختیار کی۔ اس لحاظ سے شاد کا اس نوع کا کلام اقبال کی شاعری کا پیش رو ہے۔ چند عنوانات ملاحظہ ہوں:۔ اسرار وجود، تغیرات عالم، خاک کا پتلا، آدم و حوا سے ملاقات، خدا اور انسان، آشوب زمانہ، مدح، طلسم ہستی، ذوق معرفت، عدم و وجود، انسان عبرت۔ یہ تمام نظمیں جدید قطعہ نگاری کے طرز پر نہیں ہیں جہاں صرف دو شعر میں بات کہہ دی جاتی ہے (جس کا سب سے اچھا نمونہ اختر انصاری کے قطعات ہیں) بلکہ یہ تمام بھرپور نظمیں ہیں جن میں چالیس چالیس، پچاس پچاس شعر بھی ہیں۔ اس مجموعے کی تمام نظمیں انسان اور کائنات کے بارے میں ایک فلسفیانہ سطح سے لکھی گئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے علاوہ شاد کے اس طرز سے بہار کے مشہور شاعر جمیل مظہری نے بھی استفادہ کیا ہے۔ "لوازم شاعری" کے عنوان سے ایک منظوم خط خاص طور پر مطالعہ کے قابل ہے جو رسالہ معارف یکم اگست ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اس خط میں ۱۱۹ اشعار ہیں۔ یہ نظم شاد کے تنقیدی نقطۂ نظر کی بڑی اچھی ترجمان ہے۔ "پیروی مغربی" کا نعرہ سب سے پہلے حالی نے بلند کیا تھا۔ اس موضوع پر شاد کے خیالات ملاحظہ ہوں:۔

جہاں تک ہے مری دستگاہ اس فن میں
مجھے پسند ہے انداز اہل یورپ کا
قلم سے کھینچتے ہیں اپنے وہ سو قسم کا کام
اتار لیتے ہیں گویا وہ ہو بہو نقشا
مبالغہ ہے نہ باتیں خلاف فطرت ہیں
نہ وہ طریق کہ معنی کا لگ سکے نہ پتا
وہ جانتے نہیں ان کا آم کر دینا
جسے سمجھتے ہیں معراج ادھر کے سب شعرا
نمک کلام میں اتنا کہ اہل ذوق ہوں خوش
بلیغ اصل مضامین، سلیس طرز ادا
بجنسہٖ مگر ان کی ضرور کیا تقلید
کہ مقتضا بھی تو ہر ایک ملک کا ہے جدا
ہر ایک چیز کو اس کی جگہ پہ غور کرو
کہ مقتضائے طبیعت ہے اس جگہ کا کیا
جامے اُن کے ذائقوں میں جس جگہ ہے فرق
تو اس جگہ نہیں تقلید ان کی ہم کو روا

شاد کی شاعری کے متعلق یہ [illegible] ڈاکٹر عبدالغنی اور کلیم الدین احمد جیسے نقادوں کی توجہ کا مستحق ہے۔

اُردو کی کہانی

مصنف: سید احتشام حسین
ناشر: سید افضال حسین - [illegible] لکھنؤ
قیمت: ایک روپیہ چھ آنے

اردو زبان و ادب کی یوں تو کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں لیکن بچوں کے لئے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جو ایک طرف ان کی ضروریات کے لحاظ سے مختصر ہو، دوسری ان کی نفسیات کے پیش نظر دلچسپ اور سادہ اسلوب میں ہو۔ اردو کے بالغ نظر نقاد سید احتشام حسین نے سب سے پہلے اس امر کی طرف توجہ کی ہے اور [illegible] صفحے کی ایک کتاب لکھی ہے۔ احتشام صاحب نے دیباچے میں لکھا ہے "جب کوئی ساڑھے تین سال پہلے میں امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں مشہور عالم اور ادیب ڈاکٹر رچرڈس سے ملا اور ان سے اعلیٰ ادب، تنقید اور بنیادی انگریزی کے بارے میں باتیں ہوئیں تو فوراً میرا خیال اردو کی طرف گیا اور اس کی کوتاہیوں کا شدید احساس ہوا۔ اسی وقت یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ ہمارے بچوں کی تعلیم (خاص کر ادب کی) کس غیر منظم طریقے پر ہو رہی ہے۔ نہ ان کی ذہنی ضروریات کی طرف توجہ کی جا رہی ہے نہ نفسیات کی طرف اور نہ کبھی اس بات پر دھیان دیا جاتا ہے کہ کس عمر میں ان کو کتنی معلومات حاصل ہونا چاہیے۔ خود مجھے کبھی ان مسائل پر زیادہ غور کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ مگر ان کی اہمیت کا احساس ہے یہ چھوٹی سی کتاب اسی احساس کا نتیجہ ہے۔"

بیحد مسرت ہے کہ یہ کتاب اپنے مقصد میں کامیاب ہے اور احتشام صاحب کی یہ خدمت ہر طرح لائق مبارک باد ہے۔

اُردو شاعری کی روایات

مصنف: شارق میرٹھی ایم۔ اے
ناشر: مرکز ادب - [illegible] کالج رنگون (برما)

قیمت: دو روپے

یہ کتاب شارق میرٹھی کے بارہ تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے اور اس کی ضخامت ۱۲۸ صفحے ہیں۔ بعض مضامین کے عنوانات یہ ہیں:

ادب میں اظہار شخصیت، غالب کی شخصیت، ادب میں مرگ و حیات کا تصور، مختصر افسانہ، ہماری شاعری کا جغرافیائی پس منظر، نیا ادب، حالی، ادب میں جدید میلانات کا پس منظر، اردو شاعری کی روایات، وغیرہ۔

شارق صاحب کے یہ مضامین مختصر اور سرسری ہیں اور ان میں ادب کے عام طالب علموں کے لئے بہت سے مفید اشارات اور کارآمد باتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ اس مجموعے کا سب سے طویل مضمون "احسن مارہروی خطوط کے آئینے میں" ہے۔ یہ مضمون ہر لحاظ سے قیمتی ہے۔ البتہ "میری شاعری" کے عنوان سے جو مضمون شارق صاحب نے اپنی شاعری کے متعلق لکھا ہے اس کی شمولیت اس مجموعے میں کچھ زیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ کتاب کے نام سے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ ایسے نام جن سے مضامین کے مجموعے پر مستقل تصنیف کا دھوکا ہو ہمارے نزدیک مستحسن نہیں۔

(خلیل الرحمن اعظمی)

(پرنٹر پبلشر اطہر پرویز نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن علی گڑھ سے شائع کیا)